حفاظتِ قرآن کریم کے قدیم وجدید ذرائع

قرآن کریم انسانیت کیلئے اللہ رب العزت کا آخری پیغام ہے اس کے بعد آسمان سے انسانیت کی راہنمائی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ قرآنِ کریم چونکہ آخری الٰہی ہدایت نامہ ہے اسلئے ضروری تھا کہ اس میں قیامت تک پیش آمدہ مسائل کا حل موجود ہو جو کہ قرآن کریم میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ [النّحل:۸۹]

''قرآن کریم میں ہر ایک شے (بعثتِ نبوت سے قیامت تک) کی وضاحت موجود ہے۔''

قرآنِ مجید چونکہ قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے سرچشمۂ ہدایت ہے اس لئے قرآن کا اپنی اصلی صورت میں باقی رہنا از حد ضروری تھا تا کہ ہر دور میں گم گشتانِ راہ لئے ستارہ راہ روی کا کام دے۔ ضلالت و گمراہی کی شب تاریک میں ڈوبے ہوئے انسان کیلئے نور کی کرن بنے۔ طالبان رُشد وہدایت کیلئے ذاتِ حق تک رسائی کا ذریعہ بنے، اپنے ماننے والوں کو نظامِ زندگی فراہم کرے اور کامیابی کی بشارت سنائے، نہ ماننے کو باری تعالیٰ کا تعارف کروائے اور انکار پر اصرار کرنے والوں کو اس کے عذاب وعقاب کی وعید سنائے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کس طرح ہوئی اور مزید کس طرح ممکن ہے۔ اس باب میں جو کام ہو چکا اور جو مزید ہو سکتا ہے یا ہونا چاہیے ہم اس کو تین مرحلوں میں ذکر کرتے ہیں۔

- پہلا مرحلہ: جمع رسمی
- دوسرا مرحلہ: جمع صوتی
- تیسرا مرحلہ: جمع کتابی

پہلا مرحلہ: جمع رسمی

قرآن کریم کی رسم کے متعلق جو کام ہوا ہے اس کو تین طرح تقسیم کیا گیا ہے:

① جمع نبوی ② جمع صدیقی ③ جمع عثمانی

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

جمع نبوی

جناب نبی کریم ﷺ نزولِ وحی کے فوراً بعد کاتبین وحی کو قرآن لکھوا دیا کرتے تھے اگر کسی وقت قرآن کا کوئی حصہ قلوب سے محو ہو جائے تو اس کو دوبارہ یاد کرلیا جائے اور اس طرح قرآن قیامت تک اپنی اصلی شکل میں محفوظ رہے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتا تھا تو جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی آپ ﷺ شدید تکلیف محسوس کرتے اور سوتیوں کی طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر سے پسینہ بہتا۔ جب وحی ختم ہو جاتی تو میں کھجور کا پتہ یا کسی بھی چیز (کاغذ، چمڑے، کپڑے) کا ٹکڑا لے کر حاضر ہوتا۔ آپ مجھے لکھوا دیتے اور جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے اسے پڑھ کر سناؤ چنانچہ میں سناتا اگر کسی جگہ کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اسے درست کروا دیتے۔'' [مجمع الزوائد: ۸/۲۵۷]

دوسری روایت میں ہے:

''سیدنا براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا زید کو بلاؤ اور اسے کہو کہ قلم دوات اور شانے کی چوڑی ہڈی لے کر حاضر ہو۔'' [فتح الباري: ۱۱/۲۱، الرقم: ۴۹۹۰]

اور ایک روایت میں خود سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا عند رسول الله نؤلف من الرقاع [الاتقان: ۱/۵۷]

''کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے قرآن جمع کرتے تھے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تالیف سے مراد یہ ہے کہ صحابہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کی متفرق آیات کو ترتیب دیا کرتے تھے۔'' [الاتقان: ۱/۵۷]

اسی سے متعلق سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اور بھی ہے، فرماتے ہیں:

"قبض النبي ﷺ ولم يكن القرآن جمع في شيء" [الإتقان: ۱/۶۶]

''آپ ﷺ رحلت فرما گئے اور قرآن کو ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا تھا۔''

مذکورہ روایات کئی ایک فوائد پر مشتمل ہیں لیکن ہمارے مضمون کے متعلق دو باتیں قابل توجہ ہیں:

① اللہ کے رسول ﷺ باقاعدہ قرآن مجید کی کتابت کروایا کرتے تھے تاکہ اس کا رسم محفوظ ہو جائے۔

② اس وقت قرآن کریم کھجور کے پتوں، چمڑے اور کاغذ وغیرہ کے ٹکڑوں پر لکھا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں جمع قرآنی کا یہی طریقہ تھا کہ آپ ﷺ قرآن کو کسی نہ کسی شے پر لکھوا دیا کرتے تھے۔ باقاعدہ اوراق وغیرہ کا اہتمام نہیں تھا۔ اس کی بھی مندرجہ ذیل چند وجوہات ہیں:

① عہدِ نبوی ﷺ میں ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہورہا تھا اور آیات بغیر کسی سورتی ترتیب کے اُتر رہی تھیں اس لئے قرآن مجید کے مکمل نازل ہونے تک پہلے ایک جگہ جمع کرنا ممکن نہیں تھا۔

② جمع نہ ہونے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اس وقت نسخ قرآن کا سلسلہ جاری تھا اسلئے مصحف کی شکل میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔

چنانچہ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم يجمع ﷺ القرآن في المصحف مما كان يترقبه من ورود ناسخ بعض أحكامه أو تلاوته فلما انقضى نزوله بوفاته ﷺ ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك ووفاء بوعده الصادق بضمان حفظه على هذه الأمة فكان ابتداء ذلك على يد الصديق بمشورة عمر رضي الله عنه [الاتقان: ۲/۵۷]

''آپ ﷺ نے قرآن کو مصحف کی شکل میں اس لئے جمع نہیں کیا کہ آپ بعض آیات کی تلاوت اور حکم کے منسوخ ہونے کے منتظر رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی وفات تک قرآن مکمل نازل ہوگیا تو اللہ رب العزت نے خلفائے راشدین کے ذریعہ قرآن کی حفاظت کے وعدہ کو، جو اُمت محمدیہ کی ذمہ داری تھی، پورا کردیا اور اس مبارک کام کی ابتدا سیدنا ابوبکر نے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کی۔''

③ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت فن طباعت و کتابت میں اس قدر ترقی نہیں ہوئی تھی کہ لکھنے کیلئے اوراق وغیرہ میسر ہوتے اور اگر کسی قدر میسر ہو بھی سکتے تھے تو مسلمانوں کے پاس وسائل موجود نہیں تھے۔ اس کی دلیل گذشتہ تمام احادیث ہیں۔

④ قرآن کریم کی جمع کا اہتمام زیادہ نہ کرنے کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ اس وقت ضیاع قرآن کا خطرہ بالکل موجود نہیں تھا، کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ خود موجود تھے۔ آپ اگر کوئی حصہ بھول بھی جاتے تو بذریعہ وحی اس کی یاددہانی ممکن تھی۔

خلاصہ

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن کریم کی حفاظت کا اصل مدار حفظ پر تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ حفاظت رسم کیلئے اُسے لکھوایا بھی کرتے تھے۔

❷ جمع صدیقی

جناب نبی کریم ﷺ کی عرب میں جب بے پناہ مقبولیت ہوگئی اور تھوڑے سے عرصہ میں اتنی بڑی کامیابی ملی کہ پورے حجاز میں اسلام کی سطوت کے جھنڈے گڑ گئے تو بعض شوریدہ سر اور کوتاہ نظر لوگوں سے رہا نہ گیا اور انہوں نے بزعم خود یہ سمجھا کہ محمد ﷺ کی کامیابی کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کے

نام کے ساتھ لفظ نبی یا رسول کا لاحقہ موجود ہے۔ لہٰذا انہوں نے عزت و شہرت کے حصول کیلئے قلعہ نبوت میں دراندازی شروع کر دی اور بعض ظالموں نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی دعوائے نبوت کر دیا جن میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ آپ ﷺ کی زندگی میں اس داعی ضلالت کی دعوت معلم حق کی تعلیمات کے سامنے نہ اُبھر سکی، لیکن آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اس کے گرد مرتدین اور جہلا کا خاصا ہجوم جمع ہوگیا۔ خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو ان کی مدد کیلئے مامور فرمایا۔ عکرمہ اور شرحبیل رضی اللہ عنہما کو بوجوہ پسپا ہونا پڑا۔ [البداية والنهاية:۶/۴۲۹]

بعد میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی مدد کو پہنچے جن کے ہاتھ پر اللہ نے فتح دی اور مسیلمہ کذاب ہلاک ہوگیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ کے دس ہزار اور ایک روایت کے مطابق اکیس ہزار پیروکار واصل جہنم ہوئے اور پانچ یا چھ سو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ شہید ہونے والے مجاہدین میں ستر قراء بھی شامل تھے۔ [البداية والنهاية:۶/۴۳۲]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قد قتل يوم اليمامة سبعون من القراء" [الإتقان:۱/۷۱]

''جنگ یمامہ کے روز ستر قراء بھی شہید کر دیئے گئے۔''

اسی تعداد میں قراء بئر معونہ پر شہید کر دیئے گئے تھے۔ [ایضاً]

قراء کی کثرتِ شہادت کے باعث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اگر اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ قرآن جو قراء کے سینوں میں محفوظ ہے ناپید ہو جائے گا۔ لہٰذا قرآن کو ایک جگہ جمع کر لینا چاہیے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جنگ یمامہ میں قراء کی خاصی تعداد شہید ہو جانے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا تو اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس طرح یمامہ میں قراء شہید ہوگئے ہیں اگر اسی طرح شہید ہوتے چلے گئے تو مجھے خدشہ ہے کہ قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا لہٰذا آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیں۔ تو میں نے جواباً کہا کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا، تو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ تو خیر ہی خیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھے یہ بات بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ عقل مند اور جوان آدمی ہو اور آپ پر کوئی طعن بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کاتب وحی بھی ہیں اس لئے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ قرآن کو جمع کر دیں۔''

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''کہ اللہ کی قسم! میرے لئے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان تھا، لیکن یہ کام مشکل تھا۔ بہر صورت میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کون سا کام کرنے چلے ہیں جس کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو ابوبکر فرمانے لگے یہ کام تو صرف خیر ہی ہے آپ مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے کھجور کے پتوں، باریک پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔'' [فتح الباري:١٢/١١]

جمع کا طریقہ کار

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں منادی کروادی کہ جس کے پاس قرآن کا جو حصہ موجود ہے، لے کر آئے اور سیدنا عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو کہا کہ آپ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو کوئی بھی قرآن لائے اسے دو گواہیوں کے بعد قبول کر لیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گواہیاں حفظ اور کتابت پر لی گئی تھی کہ انھوں نے آپ حفظ کیا اور آپ کے سامنے لکھا ہے۔ [فتح الباري:١١/١٧]

امام سخاوی رحمہ اللہ نے جمال القراء میں بھی یہی فرمایا ہے کہ دو گواہیاں اس بات پر لی گئی تھیں کہ جو کچھ لکھا ہوا وہ پیش کر رہا ہے اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر لکھا تھا۔ [الإتقان:١/٥٧]

سارے قرآن کو جمع کرنے میں یہی اصول کارفرما رہا، لیکن سورۃ توبہ کی آخری دو آیات ایک صحابی سیدنا ابوخزیمہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ اکیلے لے کر آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور یاد کی ہیں جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی اور ان کو قرآن میں درج کر لیا گیا۔ [فتح الباري:١١/١٨]

اس طرح قرآن کریم اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ صحائف کی شکل میں جمع ہوا۔

③ جمع عثمانی

خطبہ حجۃ الوداع کے بعد صحابہ دین متین کی دعوتِ صادقہ لے کر پوری دنیا میں پھیل گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سلطنت اِسلامیہ بے پناہ وسیع ہوگئی تو اس وقت بعض انتظامی ذمہ داریاں نبھانے کی غرض سے صحابہ مصر، عراق اور بلادِ شام تک پھیل گئے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اَحرف سبعہ کے مطابق قرآن کی تعلیم دی تھی اس لئے صحابہ کی قراءت میں تھوڑا بہت فرق تھا۔ جب آرمینیہ اور آذربائیجان کی جنگیں ہوئیں تو ان میں عراق اور شام کے مسلمانوں نے اکٹھی شرکت کی۔ اہل عراق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے اور اہل شام سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی

قراءت پر تھے۔ اہل عراق سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اہل شام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو نہیں جانتے تھے۔ جنگ میں رازدانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ایک روز وہ مسجد میں لوگوں کے درمیان موجود تھے کہ انہوں نے سنا کہ بعض عراقی اور شامی کہہ رہے تھے کہ ہماری قراءت بہتر ہے، دوسرے کہہ رہے تھے کہ ہماری قراءت بہتر ہے۔ [فتح الباري: ۲۱/۱۱]

اختلاف اس قدر شدید ہوگیا کہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کی قراءت کا انکار شروع کردیا جب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ آج تم نے بھی اسی طرح قرآن میں اختلاف شروع کردیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگ اللہ کی کتابوں میں اختلاف کرتے تھے اور فرمایا میں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہوں گا کہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کردیں۔ [فتح الباري: ۱۳/۱۱]

چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا أمیر المؤمنین أدرك هذه الأمة قبل أن یختلفوا في الكتاب اختلاف الیهود والنصاریٰ" [ایضاً]

''اے امیر المؤمنین اس سے پہلے کہ اُمت یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے اس کی خبر لیجئے۔''

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالت سنی تو فوراً ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے وہ مصحف، جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھوایا تھا منگوایا اور اس کی کاپیاں تیار کروا کر مختلف شہروں میں قراء کے ساتھ روانہ کردیں اور اس کے علاوہ تمام قرآنی نسخوں کو جلانے کا حکم دے دیا تا کہ آئندہ ایک ہی مصحف سے تلاوت ہو۔ [فتح الباري، حوالہ مذکورہ]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے مصاحف تیار کروائے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے جس میں چار، پانچ، سات اور آٹھ کے اقوال ہیں۔ مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ پانچ تھے۔ [فتح الباري: ۲۴/۱۱] جو مکہ، کوفہ، شام اور بصرہ روانہ کئے گئے اور ایک مصحف اہل مدینہ کیلئے مقرر فرما دیا۔ اس بارے میں یہ بات ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف مختلف اَمصار کی طرف روانہ کئے تھے تو ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ مکہ میں عبداللہ بن سائب، مدینہ میں زید بن ثابت، کوفہ میں ابوعبدالرحمٰن السلمی، شام میں مغیرہ بن شہاب اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رحمہم اللہ کو مقرر فرمایا۔ [تاریخ المصحف از عبدالفتاح قاضی]

مصاحف کے ساتھ قراء کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ عوام کو صحیح تلفظ و اَداء، سبعہ احرف اور عرضۂ اَخیرہ کے وقت موجود قرآن کے موافق تعلیم دیں۔

جمع صدیقی اور عثمانی میں فرق

① سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے کا مقصد قرآن کو ضیاع سے بچانا تھا جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لئے جمع کیا کہ قرآن کے متعلق مسلمانوں کے مابین آئندہ کیلئے نزاع ختم ہوجائے اور جو ہوا تھا وہ دب جائے۔

② سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو صحف (مختلف اجزا) کی صورت میں جمع کیا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی صورت میں بین الدفتین جمع کردیا تھا۔

③ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کرتے وقت ترتیبِ سور کا خیال نہیں رکھا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سورتوں کو طوال، مئین اور مفصل کے اعتبار سے مرتب کردیا۔

④ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مختلف اشیا سے قرآن کو جمع کیا جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی جمع شدہ قرآن کی نقول تیار کروائیں تھیں۔

دوسرا مرحلہ: جمع صوتی

قرآن کو پڑھنا، اس پر تدبر کرنا، اس کے ذریعہ پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانا، جس طرح مقصد نزول، ذریعہ قربِ الٰہی اور عبادت ربانی ہے اسی طرح قرآن کا سننا مردہ قلوب کے لئے آبِ حیات ، زنگ آلود اذہان کے لئے صیقل، غور وفکر کرنے والوں کیلئے نصیحت اور ذوق سلیم رکھنے والوں کو نشاط طبع کا سامان فراہم کرتا ہے، لیکن یہ قرآن زخموں سے چور انسانیت کے لئے مرہم شفاء، دکھوں اور تکالیف میں گھری مخلوق کے لئے دلاسۂ شفقت، ظلم وجبر کی چکیوں میں پستی عوام کے لیے نقارۂ آزادی، ضلالت وگمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کے لئے نوید صبح اور حالات کے بے رحم تھپڑے سہہ سہہ کر مایوسی سے مرجھائے ہوئے چہروں کے لئے بادِ نسیم اس وقت بن سکتا ہے جب اس کو اس طرح پڑھا جائے جس طرح خالق آفرینش رب العالمین نے پڑھا، قاصد رسل سیدنا جبرئیل اور محسن کائنات سید المرسلین نے خود پڑھا اور اپنے صحابہ کو پڑھایا۔

قراءتِ قرآن میں معیار اوّل ذات باری ہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت فرمائی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ قَرَأَ طٰهٰ وَيٰسٓ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتْ طُوْبٰى لِأُمَّةٍ يَنْزِلُ هٰذَا عَلَيْهَا وَطُوْبٰى لأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰى لأَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا» [سنن الدارمي: ٣٣١٧]

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان، زمین کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طٰہٰ ویٰسین کی تلاوت

فرمائی جب فرشتوں نے سنا تو کہا اس امت کے لئے خوشخبری ہے جس کی طرف یہ کلام نازل ہوگا، جو اس کو حفظ کرے گی اور اس کی تلاوت کرے گی۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے کلام ذاتی کو تلاوت کس طرح کیا تو اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴾ [الفرقان: آیت ۳۲]

''ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھا۔''

اور اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا آپ ﷺ کو حکم دیا، قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ [المزمل:۴]

''اے نبی ﷺ! آپ قرآن کو ترتیل کے ساتھ تلاوت کریں۔''

گذشتہ آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم پڑھنے کا الٰہی اور نبوی طریقہ کار ترتیل ہے۔ ترتیل کا مفہوم سیدنا علی رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف [نهاية القول المفيد: ص۸]

''وقوف کی معرفت اور حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا نام ترتیل ہے۔''

لہٰذا قرآن کریم پڑھتے ہوئے وقوف کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے تا کہ کلام اللہ کے معانی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو بالکل اسی طرح تجوید کی رعایت کے بغیر قرآن کو پڑھنا حرام ہے، کیونکہ حروف کو بغیر تجوید پڑھیں تو ان کی اصلی شکل ختم ہوجاتی جس سے معنیٰ یکسر بدل جاتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ صحابہ کو ترتیل کی رعایت رکھتے ہوئے سبعہ اُحرف کے مطابق قرآن پڑھایا کرتے تھے کیونکہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے۔

اِرشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [فتح الباری:۱۱/۲۸]

''بلاشبہ قرآن کو سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ وہ ترتیل جس کے مطابق اللہ رب العزت نے خود تلاوت کی، نبی کریم ﷺ نے پڑھا اور صحابہ کو پڑھایا اس کو محفوظ کس طرح کیا گیا؟ تا کہ وہی طریقہ جو آپ ﷺ کا تھا روز قیامت تک باقی رہے اور قرآن کی اصلی اور درست انداز میں تلاوت ہوتی رہے اس بارے میں اُمت کے اندر دو طرح سے کام ہوا ہے۔

① علمائے اُمت اور قراء نے قرآن کریم کے تلفظ کو محفوظ کرنے کے لئے تلفظ کی باریکیوں کو کتب میں بیان کیا ہے تا کہ لوگ ان کو پڑھ کر ترتیل کے مطابق تلاوت کرسکیں۔ ایسی کتب کو کتبِ تجوید

کہا جاتا ہے۔ اس مبارک فن کی ابتداء قرون اولیٰ سے ہی ہوگئی تھی۔ تیسری صدی ہجری میں مکی بن ابی طالب القیسی نے الرعایۃ نامی کتاب تصنیف فرمائی جس کو اس فن میں مرجع اوّل کی حیثیت حاصل ہے اس کے بعد اس فن میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی جن میں سب سے زیادہ معروف علامہ ابن جزری کی کتاب مقدمۃ الجزریۃ ہے۔ تاہنوز اہل فن اس فن کی خدمت کررہے ہیں اور قیامت تک جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ

④ ترتیل کی حفاظت کا دوسرا ذریعہ قراءت ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پڑھا اور آگے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھایا اور صحابہ نے تابعین رحمہم اللہ کو اور انہوں نے اپنے تلامذہ کو اسی طرح قرآن کی تعلیم دی یہاں تک کہ قراء نے پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے طریقہ کار کو بھی کتب میں محفوظ کرنا شروع کردیا، لیکن ایک بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ کتب میں بیان کردہ تلفظ کو کسی استاد کے بغیر درست کرنا انتہائی مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے، لہٰذا جب فن تجوید پڑھایا جاتا ہے تو اس میں سب سے زیادہ توجہ عملی مشق پر دی جاتی، کیونکہ اس فن کا مقصود ہی قرآن کو صحیح ترتیل کے ساتھ پڑھنا ہے۔

گذشتہ بحث سے یہ واضح ہوا کہ کتب تجوید، قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں معاون کی حیثیت تو رکھتی ہیں، لیکن پڑھنے کا دارومدار قراءت اور مشق پر ہی ہے جو ایک شاگرد براہ راست استاد سے مشافہۃً اخذ کرتا ہے جس کو اصطلاح میں تلقّی کہا جاتا ہے۔ ترتیل و تلقی کا یہی معیار جو آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک موجود ہے، اس کو اسی طرح رہتی دنیا تک باقی رکھنا امت مسلمہ کی عمومی اور اہل فن قراء کی خصوصی ذمہ داری ہے اب ہم اس ذمہ داری سے کس طرح بطریق احسن عہدہ برا ہوسکتے ہیں تو اس کیلئے تلقّی کو محفوظ تر بنانے کہ جو بھی جدید ذرائع ہیں ان کو عمل میں لانا چاہیے۔ اس بارے میں آج سے پچاس پچپن سال پہلے ساٹھ کی دھائی میں مصر کے ایک درد دل رکھنے والے اور قرآن کے بارے فکر مند رہنے والے ڈاکٹر لبیب سعید نے ایک تجویز دی تھی کہ جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری پوری کی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے بارے میں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا قلع قمع کیا اور ہمارے اسلاف نے کتب تصنیف کرکے قراءات اور تلفظ و ادا کو محفوظ کرنے کی سعی جمیلہ کی اور بذریعہ تلقّی ترتیل کے ساتھ قرآن مجید کو ہم تک پہنچایا۔ اسی طرح ہمیں ترتیل کو صوتی شکل میں جمع (ریکارڈنگ) کرکے آئندہ آنے والے مسلمانوں کو جس قدر ممکن ہو تلقّی کا بہترین معیار فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارا نام بھی خدامِ قرآن میں شامل ہوجائے۔

لہٰذا انہوں نے اس فکر اور ولولہ کے ساتھ اس کام کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں شروع کردیں۔ ابتداً انہیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ علماء سے اس کام کو کرنے کیلئے باقاعدہ فتویٰ حاصل کیا جائے۔ جس پر علماء نے اولاً تو پس و پیش سے کام لیا کہ جو کام تاریخ اسلام میں نہیں ہوا اس کو ہم کس طرح کرسکتے ہیں تو ڈاکٹر لبیب سعید نے یہ کہہ کر علماء کو مطمئن کیا کہ اس سے پہلے ایسے ذرائع ہی میسر نہیں تھے اور جو ذرائع میسر تھے علما ان کو کام میں لائے ہیں۔ مثلاً کتب لکھنا، تلقی کے ذریعہ قرآن آگے پہنچانا وغیرہ۔ یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر صدیق کی طرح اللہ تعالیٰ نے علمائے مصر کے سینے کھول دیئے اور انہوں نے ریکارڈنگ (جمع صوتی) کی اجازت دے دی۔ اس کے علاوہ دیگر وسائل مثلاً سٹوڈیو وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر شیخ خلیل حصری روایت حفص کی ریکارڈنگ کرانے میں کامیاب ہوگئے، لیکن بوجوہ ان کا یہ مبارک کام آگے نہ بڑھ سکا، لیکن وہ اپنی اس سچی تڑپ اور قرآن کی محبت کو مقالہ کی صورت میں قلمبند کرگئے جس نے ہمیں یہ مضمون لکھنے پر ابھارا ہے۔

جمع صوتی کے فوائد

جمع صوتی کے فوائد کو اگر بالاستیعاب ذکر کیا جائے تو بے شمار بن سکتے ہیں لیکن ہم صرف وہ فوائد ذکر کریں گے جو ڈاکٹر لبیب سعید نے اپنے مقالہ میں ذکر کئے ہیں انہوں نے اس کام کے تین فوائد ذکر کئے ہیں۔

① ثبوت تلقی

② قراءات متواترہ کی حفاظت

③ قراءات شاذہ کی تلاوت سے روک تھام

❶ ثبوت تلقی

اہل فن کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ تلقّی کے بغیر ثبوت قرآن ممکن نہیں۔ عہد نبوی سے لے کر آج تک اخذ قرآن کا سلسلہ تلقّی ہی رہا ہے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أخذت من في رسول الله ﷺ سبعين سورةً"

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے براہ راست ستر سورتیں حفظ کیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ لأبي: « إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ » قال: الله سَمَّانِيْ:
قَالَ « نَعَمْ » ...... إلى آخر رواية [صحيح البخاري:٣٨٩]

''جناب نبی کریم ﷺ نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن سناؤں۔ سیدنا اُبی نے عرض کیا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں......''

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

« أقرؤهم بكتاب الله أبی بنُ كعب » [جامع الترمذي:٣٧٩١]

''کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔''

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے قراءت قرآنی کو سب سے زیادہ اچھے انداز میں اخذ کرنے والے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، اسی لئے جناب نبی کریم ﷺ کو سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم دیا گیا۔ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ اللہ کے رسول ﷺ سے مشافهةً اخذ کرتے تھے جو ثبوت تلقی میں واضح دلیل ہے۔ علماء بغیر تلقی (صرف مصاحف سے) اَخذِ قرآن سے منع فرماتے ہیں جیسا کہ تیسیر مصطلح الحدیث میں موجود ہے:

"لاتأخذوا القران من مصحفي ولا الحديث من صحفيٍ" [ص١٧٢]

''قرآن کو ایسے شخص سے نہ لو جس نے مصحف سے (بغیر تلقی) حفظ کیا ہے اور نہ حدیث ایسے شخص سے لو جو کتابوں سے لے کر (بغیر شیخ کے) نقل کرتا ہے۔''

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلم ما كان فيه قال حدثنا وما سوىٰ ذلك وسواس الشياطين "

''علم صرف وہی ہے جس میں قال حدثنا ہو (یعنی جو بذریعہ خبر اخذ کیا جائے) اس کے علاوہ سب شیطان کے وسوسے ہی ہیں۔'' [شرح العقيدة الطحاوية،ص٧٥]

ابن عجیبہ نے تفسیر البحر المدید میں لکھا ہے:

"من ليس له شيخ فالشيطان شيخه" [٣٤٩/٦]

''جس کا کوئی شیخ (استاد) نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔''

مذکورہ اقوال اور احادیث سے معلوم ہوا کہ تلقی کے بغیر محض کتابیں پڑھ کر حاصل کیے گئے علم کی سلف کے ہاں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جب باقی تمام علوم میں علما تلقی کو لازمی قرار دیتے ہیں تو قرآن، جس میں روایۃ بالمعنیٰ حرام ہے اور ترتیل کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ اس میں یہ گنجائش کس طرح دی جاسکتی ہے؟ ویسے بھی قرآن کریم کو بغیر تلقی پڑھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

قرونِ اولیٰ میں جب تک قرآن پر اعراب اور نقطے نہیں لگے تھے اس وقت قرآن بغیر تلقی کے پڑھنا بالکل ناممکن تھا۔ اور مصحف سے تلاوت کرنے والے اکثر فحش غلطیاں کرتے تھے جس کے بارے میں بے شمار روایات ملتی ہیں۔ ہم ایک دو مثالوں کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ (اس بارے

سب سے معروف روایت امام حمزہ الزیات کوفی کی ہے جو کہ قراء سبعہ میں سے، ایک امام ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں شروع شروع میں قرآن مصحف سے سیکھا کرتا تھا ایک روز میں قرآن کی تلاوت کررہا تھا اور میرے والد گرامی سماعت فرمارہے تھے میں ﴿الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ [البقرۃ:۱] کی جگہ لا زيت فيه پڑھا یہ سن کر میرے والد گرامی نے مجھے ڈانٹا اور کہا جاؤ قراء سے قرآن سیکھو) [شرح ما يقع فيه التصحيف والتحريف للعسکری، ص۱۰ بحوالہ مقالہ جمع الصوتی الأوّل]

(دوسری روایت امام کسائی سے منقول ہے، فرماتے ہیں شہر کرتی میں مجھے جس شے نے قرآن پڑھانے پر مجبور کیا وہ یہ تھی کہ ایک روز میں ایک معلّم کے پاس سے گزرا جو بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے تو اس نے قرآن مجید کی آیت ﴿ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ﴾ [سبا:۱۶] میں اَثْلٍ کی جگہ اَتْلٍ پڑھا میں نے یہ سن کر درگزر کیا اور پاس بیٹھے شخص نے مُعلّم کی تصحیح کروائی۔ اس نے کہا اَثْلٍ نہیں بلکہ اِبِلٍ ہے تو میں نے اس (معلم) کو کہا چھوڑو میں بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قرآن نقطوں اور اعراب سے خالی تھا، لیکن آج بھی وہ کلمات جن کے وقف ووصل کے اعتبار پڑھنے میں اختلاف ہے مثلاً سَلٰسِلَا اور قَوَارِيْرَا وغیرہ ان کو بھی تلقی من القراء کے پڑھنا انتہائی مشکل ہے اور ہم نے ایک ایسا تجربہ کیا ہے کہ بڑے بڑے دانشوروں سے قرآن کے ایسے مقامات پڑھنے کو کہا، لیکن انہوں نے غلط پڑھا جب صاحبِ علم لوگوں کیلئے بغیر تلقی قرآن پڑھنا مشکل ہے تو عوام کس طرح قرآن کو درست پڑھ سکتے ہیں؟

دوسرا فائدہ: قراءات متواترہ کی حفاظت

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ جس طرح دوسری زبانوں میں تکلم کے کئی لہجات ہوتے ہیں اسی طرح عربی میں بھی مختلف علاقوں اور قبیلوں کے اعتبار سے لہجوں میں فرق پایا جاتا ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب اپنے مخصوص لہجوں میں ہی کلام کرتے تھے اور ان لہجوں پر حمیت اور فخر کا اظہار کرتے تھے۔ انہیں چھوڑنے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں تھے، کیونکہ وہ ان کی پہچان کا ذریعہ تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ بوڑھے مرد اور عورتیں جن کی اپنے لہجوں پر کلام کرتے کرتے عمر بیت چکی تھی، ان کے لئے لہجہ بدلنا امر محال تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ کی جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا جِبْرَئِيْلُ إِنِّيْ بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ، وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ، وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ، قَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ

عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ»   [تحفة الأحوذي: ۲۱۲/۸]

''اے جبرئیل رضی اللہ عنہ مجھے اُمیوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ جن میں بوڑھی عورتیں، بوڑھے مرد، چھوٹے بچے اور بچیاں اور ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کتاب نہیں پڑھی (تو سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔''

مذکورہ وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کو سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے جو آج قراءات عشرہ متواترہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔☆ اگر قراءات کو صوتی صورت (ریکارڈنگ) میں محفوظ کرلیا جائے تو قراءات کا اختلاف ادا کے ساتھ محفوظ ہوجائے گا جو حفاظتِ قراءات کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

تیسرا فائدہ: قراءاتِ شاذہ کی تلاوت سے روک تھام

قرآن کریم کا وہ حصہ جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہوگیا تھا یا وہ کلمات جن کا تعلق تفسیر سے تھا اور بعض صحابہ نے قرآن کا حصہ سمجھ کر اسے قرآن میں شامل کرلیا تھا یا وہ قراءات جو قراءات متواترہ کے ثبوت کے اُصولوں پر پوری نہیں اُترتیں انہیں قراءات شاذہ کہتے ہیں۔ جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قراءت ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (في مواسم الحج)﴾ [البقرۃ:۱۹۸]

سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب قراءات ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى (هى صلوة العصر)﴾ [البقرۃ:۲۳۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاص کی طرف منسوب قراءات ﴿وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ (من أم)﴾ [النساء:۱۲] ہے۔

مصاحفِ عثمانیہ میں مواسم الحج، صلوٰۃ العصر اور من أم کے الفاظ نہیں تھے۔ یہ تمام قراءاتِ شاذہ ہیں۔ انہیں اور ان جیسے دوسرے کلمات کو بطورِ قرآن تلاوت کرنا ناجائز ہے۔

جب قرآن کریم کی قراءات متواترہ میں ریکارڈنگ ہوجائے گی تو اس سے خود بخود متعین ہوجائے گا کہ اس کے علاوہ قراءات کے باب میں پایا جانے والا اختلاف قرآن کے قبیل سے نہیں ہے۔ اس سے وہ قراء جو لاعلمی کی بنا پر قراءاتِ شاذہ پڑھتے ہیں باز آجائیں گے اور عوام کیلئے قراءاتِ متواترہ اور شاذہ کے مابین فرق کرنا آسان ہوجائے گا۔

☆ سبعہ اَحرف کس طرح قراءات عشرہ ہیں۔ یہاں یہ بیان کرنے کا موقع نہیں ہے یہ موضوع ایک مستقل مضمون کا متقاضی ہے۔

تیسرا مرحلہ: جمع کتابی

اس کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

① تاریخی پس منظر ② جمع کتابی

❶ تاریخی پس منظر

مصاحفِ عثمانیہ جب مختلف بلادِ اسلام میں پہنچے تو لوگوں نے نامہ الٰہی کو دل وجان سے قبول کیا اور ان کو سامنے رکھ کر مزید کئی مصاحف تیار کئے جن کو مصاحفِ عثمانیہ کا سا ہی تقدس حاصل ہوا۔ لیکن یہ نقول بھی مصاحفِ عثمانیہ کی طرح نقطوں اور اعراب سے خالی تھیں۔ کافی عرصہ تک لوگ انہی مصاحف سے تلاوت کرتے رہے لیکن جب سلطنتِ اسلامیہ بہت زیادہ وسیع ہوگئی اور عجمی لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کیلئے نقطوں اور اعراب کے بغیر تلاوت کرنا ناممکن تھا۔ اور بعض دفعہ ان سے دورانِ تلاوت بہت فحش غلطیاں صادر ہوجاتی تھیں۔ جس پر زیاد بن ابیہ نے أبو الأسود الدؤلی کو اس کام کیلئے منتخب کیا۔ انہوں نے اعراب قرآن کو پہلی مرتبہ نقطوں[①] کی شکل میں واضح کیا۔ ان کو نقط اعراب کہتے ہیں اور حروف معجمہ[②] اور مہملہ کے مابین فرق کرنے کے لئے یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے نقطے لگائے جن کو نقطہ الاعجام کہا جاتا ہے۔ بعد میں امام النحو خلیل بن احمد فراہیدی بصری نے نقطہ الاعراب کو حرکات کی شکل دی اور مزید یہ کام ہوا کہ قرآن کریم کو پاروں، رکوعات، منازل اور احزاب میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد ہر دور میں کسی نہ کسی طرح قرآن کی خدمت جاری رہی اور خصوصاً کتابت قرآن پر بہت کام ہوا۔ (مثلاً مختلف رنگوں میں مختلف خطوں میں چاندی اور سونے کے پانی اور تاروں سے کتابت قرآن ہوئی) یہاں تک کہ دور طباعت شروع ہوا اور پوری دنیا میں قرآن کی طباعت مقابلہ کے انداز میں ہونے لگی، لیکن یہاں ایک غلطی ہوئی کہ ناشرین قرآن نے رسم عثمانیہ کا التزام ترک کردیا اور ایشیا میں یہ کام زیادہ ہوا۔ علماء اور قراء اس کمی کو شدت سے محسوس کررہے تھے۔

بالآخر مصر کے ایک بہت بڑے عالم علامہ رضوان بن محمد مخللاتی نے دوبارہ رسم عثمانی کے

---

① نقطے لگانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ مصحف کی روشنائی کے رنگ کے علاوہ روشنائی لی گئی اور حرف کے مضموم ہونے کی صورت میں سامنے مفتوح ہونے کی صورت میں اوپر اور مکسور کی صورت میں نیچے لگایا گیا اور مضموم ہونے کی صورت میں سامنے نقطہ لگایا گیا۔

② معجمہ سے مراد نقطوں والے حرف جیسے ب ت ث وغیرہ اور مہملہ سے مراد وہ حروف جن پر نقطے نہیں ہوتے مثلاً ص، س، ح وغیرہ۔

احیا کیلئے اقدام کیا اور ایک مصحف رسم عثمانی کے موافق شائع کردیا۔☆ اگر میں یہاں یہ بات کہوں تو بے جانہ ہوگا کہ وہی تحریک جس کی ابتدا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور ابوالاسود، یحییٰ بن یعمر اور خلیل احمد جیسے علما نے جسے ترقی دی، دوبارہ پھر شروع ہوگئی۔ علامہ مخللاتی نے بہت عظیم الشان کام کیا، لیکن اس میں کچھ کمی رہ گئی تھیں۔ ایک تو یہ اس مصحف میں علم ضبط کی پابندی نہیں کی گئی تھی بلکہ مروجہ ضبط کے موافق شائع کردیا گیا اور دوسرا طباعت اور کاغذ کا معیار اچھا نہیں تھا۔ چنانچہ والی مصر الملک فواد الاوّل نے حکومتی سطح پر دوبارہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور علامہ خلف الحسینی کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دی جنہوں نے رسم عثمانی اور علم ضبط کے قواعد کے مطابق ایک مصحف تیار کیا جسے حکومتِ مصر نے بہترین انداز میں شائع کیا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ خادم الحرمین الشریفین الملك فهد بن عبد العزیز نے دوبارہ ایک مصحف شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کیلئے مجمّع الملك فهد کے نام سے ایک عالمی ادارہ قائم کیا جس میں اس وقت کے کبار علمائے قراءات وعلوم قرآن کو مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے جمع کیا جنہوں نے باقاعدہ رسم عثمانی اور ضبط کا اہتمام کرتے ہوئے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ ایک معیاری مصحف تیار کیا جس کو بعد ازاں مجمّع نے شائع کیا جو مصحف آج معیار کا مرتبہ حاصل کرچکا ہے۔ اس کام کی تکمیل کے بعد مجمع نے پروگرام بنایا کہ دُنیا میں پڑھی جانے والی دیگر تمام روایات میں بھی اسی معیار کے مطابق مصاحف شائع کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا دُنیا میں تلاوت کی جانے والی باقی تین روایات قالون، ورش اور دوری بصری کے مصاحف بھی مجمّع نے شائع کردیئے ہیں جس سے ان روایات میں پایا جانے والا وہ اختلاف جو کتبِ قراءات میں موجود تھا، مصاحف کی شکل میں علمی طور پر سامنے آ گیا۔

❷ جمع کتابی

جمع کتابی سے ہماری مراد وہی کام جسے مجمّع الملك فهد نے شروع کیا ہے، آگے بڑھانا ہے۔ جس طرح مجمّع الملك فهد نے چار متداولہ روایات پر مصاحف نشر کئے ہیں۔ اسی طرح باقی وہ تمام روایات جو قراءاتِ عشرہ کے نام سے کلیات اور مدارس میں پڑھی جاتی ہیں اور علمی طور پر موجود ہیں اور قراءات کے بے شمار علما دنیا بھر میں موجود ہیں، جو خدمتِ قرآن میں اپنی زندگیاں صرف کررہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں شائقین کتابت حکمت قراءات کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، اس کو عملی طور پر مصاحف کی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ وہ روایات جو کتب میں موجود ہیں اور

☆ بحث کیلئے شیخ عبدالفتاح قاضی کی کتاب تاریخ المصحف کا مطالعہ کریں جس کا ترجمہ ماہنامہ محدث میں چار قسطوں میں شائع ہوچکا ہے۔

زبانی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں عملی اور کتابی طور پر مصاحف کی صورت میں سامنے آ جائیں۔ یہ مبارک کام اگر ہوجائے تو کئی اہم فوائد حاصل ہوسکتے ہیں کہ جو ہم زبانی بحث ومباحثہ سے حاصل نہیں کرسکتے۔جن میں سے چند فوائد ہم ذکر کرتے ہیں۔

جمع کتابی کے فوائد

❁ **پہلا فائدہ:** قراءاتِ متواترہ کو مصاحف کی شکل میں جمع کرنے کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے تاقیامت فتنہ انکارِ قراءات کا عوامی سطح پر قلع قمع ہوجائے گا۔ کوئی بھی شخص اگر انکار قراءات کی طرف پیش قدمی کرنا چاہے تو عوام کو اس کے مقابلہ میں مصحف پیش کردیا جائے تو عوام اس کی بات پر کان دھرنے کے بجائے اس کے درپے ہوجائیں گے کہ وہ قرآن کا انکار کرتا ہے۔

❁ **دوسرا فائدہ:** حجیتِ قراءات کیلئے عوام کی سطح پر خاص علمی دلائل دینے کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔ صرف قرآن کا دِکھا دینا ہی کافی ہوگا جس سے وہ مطمئن ہوجائیں گے۔ اگر ابتدائی طور پر مطمئن نہ بھی ہوں تو کم از کم انکار نہیں کرسکیں گے کیونکہ اگر انکار کیا تو قرآن کا انکار لازم آئے گا۔

❁ **تیسرا فائدہ:** جمع کتابی کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آج کل دُنیا میں قرآن کے متعلق جو نمائشیں ہوتی ہیں، جن میں قرآن کریم مختلف شکلوں میں (مثلاً چھوٹا یا بڑا نسخہ، ایک ہیئر پر لکھا ہوا قرآن، قدیم سے قدیم نسخہ، مختلف خطوں میں لکھا ہوا قرآن) پیش کیا جاتا ہے، جو کہ مسلمانوں کی قرآن سے محبت کی غمازی کرتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر جمیع روایات میں شائع شدہ قرآن بھی موجود ہوں گے تو ایسی نمائشوں میں ایک علمی اضافہ ہوگا جس سے ان کی اہمیت مزید بڑھے گی۔

❁ **چوتھا فائدہ:** جمع کتابی کا ایک انتہائی اہم فائدہ یہ ہے کہ فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی ہوگی، کیونکہ انکارِ حدیث کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ احادیث سے قراءات کا ثبوت ہوتا ہے جو کہ منکرین قراءات کے مطابق قرآن کی قطعیت کے منافی ہے۔ لہٰذا وہ احادیث جن میں قراءات کا ذکر ہے غیر مستند ہیں اور جن راویوں سے وہ روایات منقول ہیں وہ غیر ثقہ ہیں۔ جب قراءات مصاحف کی شکل میں موجود ہوں گی تو جس طرح قراءات کا انکار ناممکن ہوگا اسی طرح انکارِ حدیث جو قراءات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، ختم ہوجائے گا اور اس سے انکارِ حدیث کی باقی بنیادوں پر بھی زد پڑے گی۔

❁ **پانچواں فائدہ:** جمع کتابی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کسی بھی روایت کا مصحف جب تحقیق کے بعد شائع ہوجاتا ہے تو وہ رسم اور ضبط میں معیار بن جاتا ہے پھر جب بھی کوئی مسئلہ پیش آئے تو مصحف کی طرف رجوع کرلیا جاتا ہے، اسی طرح جن روایات میں مصحف شائع ہوچکے ہیں وہ رسم اور ضبط میں بھی ایک معیار بن چکے ہیں اور جن روایات میں مصاحف شائع نہیں ہوتے اور ان میں پایا

جانے والا اختلاف شائع شدہ مصاحف میں موجود بھی نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مصاحف مطبوعہ میں اشمام الحرکۃ بالحرکۃ کی مثال تو موجود ہے جیسے قِیل لیکن کسی بھی مصحف میں اشمام الحرف بالحرف کی مثال موجود نہیں۔ جس طرح صراط اور أصدق میں ص اور زاء کا اشمام اگرچہ کتب میں موجود ہے۔ اسی طرح امام یعقوب کی قراءات میں یاءات زائد کی ہے جو یاءات زوائد وقف اور وصل دونوں میں پڑھی جاتی ہیں ایسی مثالوں کیلئے بھی مصاحف کی صورت میں معیار مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو کہ جمع کتابی کی صورت میں حاصل ہو جائے گا۔

دعوتِ فکر

اے اہل قرآن! سلف اپنے حصے کا کام کر چکے، ان کے پاس حفاظتِ قرآن کے جو ذرائع تھے وہ بروئے کار لائے اور حفاظت کلام حمید کا حق ادا کر دیا۔ اب ہمارے کرنے کے دو کام ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کے تلفظ واَدا کو محفوظ کریں جس کی طرف مردِ درویش ڈاکٹر لبیب سعید نے ہمیں دعوتِ فکر دی، اپنے حصے کا کام کیا اور مقالہ لکھ کر اپنا پیغام بھی ہم تک پہنچا دیا اب ہمارے ذمہ یہ قرض باقی ہے کہ اس کی کوششیں رنگ لائیں، اس کا لگایا ہوا پودا پھل آور درخت بنے، اس کا ولولہ اہل قرآن کیلئے محرک بنے، اس کے جذبوں کی تپش حاملین قرآن محسوس کریں اور حفاظتِ قرآنی کا شوق، شوق صاحبان نظر بنے۔

ہم منتظر ہیں کہ حمیتِ قرآنی کا کون سا پیکر اس آواز پر لبیک کہتا ہے؟ کون سا لحن داؤدی کا مالک اپنی آواز کو اس کام کیلئے وقف کرتا ہے؟ کون سا تلفظ واَدا کا ماہر اس کارِ خیر کو اپنا مشغلہ بناتا ہے؟ اور کون سا صاحبِ ثروت اس مبارک کام کیلئے اپنے خزانوں کے منہ کھولتا ہے۔

دوسرا مسئلہ جمع کتابی کا ہے تو اس باب میں ہم نے چند فوائد کی روشنی میں اس کی اہمیت اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ صاحبانِ علم وبسط کو اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ ہم حفاظت قرآن کی ذمہ داری سے کلی طور پر عہدہ براں ہوسکیں۔ اس بارے میں علما کی اگر یہ رائے ہو کہ یہ کام خلافِ مصلحت ہے لہٰذا نہیں کرنا چاہئے تو عرض ہے کہ یہ کام پہلے مجمّع الملك فهد شروع کر چکا ہے۔ اس کے فوائد جو ہم نے ذکر کئے ہیں اس بات کے متقاضی ہیں کہ یہ کام ہونا چاہئے، لیکن اس کام کو کرنے کے بارے میں ہماری چند سفارشات ہیں۔ جو بھی ادارہ یا صاحب یہ کام کرنا چاہے اس کیلئے ضروری ہے کہ چند اُمور کا خیال رکھے۔

① یہ کام علمی نوعیت کا ہونا چاہئے عوامی نوعیت کا نہ ہو، تاکہ وہ لوگ جو علم قراءات سے ابتدائی واقفیت بھی نہیں رکھتے وہ کہیں فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

② جمیع روایات میں قرآن شائع کرنے کے بعد اس کو پوری دنیا کی لائبریریوں میں پہنچایا جائے۔ عوامی سطح پر لانے سے پرہیز کیا جائے البتہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد عوامی سطح پر بھی لایا جاسکتا ہے۔

③ یہ کام ان اداروں کی زیرنگرانی ہونا چاہئے جو مصاحف کی تیاری اور طباعت میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً مجمع ملک فہد اور ادارہ بحوث علمیہ مصر کی لجنة مراجعة المصاحف وغیرہ

حفاظتِ قرآن کے سلسلہ میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کی خدمات

قرآن اور علوم کے بارے میں جامعہ لاہور الاسلامیہ ابھی تک جو خدمات سرانجام دے چکا ہے وہ علما و قرا سے مخفی نہیں ہیں۔ اس حوالہ سے جامعہ کا سب سے بنیادی کام کلية القرآن الکريم والعلوم الإسلامية کی ابتداء ہے۔۱۹۹۲ء میں استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷿ نے مہتمم جامعہ لاہور الاسلامیہ معروف عالم دین حافظ عبدالرحمن مدنی، شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی ﷿ کی سرپرستی میں اس کا باقاعدہ اجرا کیا، جو کہ ملک پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کلیہ تھا۔ اسے مدینہ یونیورسٹی کے کلية القرآن کی طرز پر منظم کیا گیا۔ اس کا نصاب یوں ترتیب دیا گیا کہ وفاق المدارس کے نصاب میں کچھ کمی بیشی کرکے اس میں تجوید، قراءاتِ عشرہ، علم رسم، علم ضبط، علم عدّ الآي، توجیہ القراءات، حجیت قراءات اور علومِ قرآن کے مضامین کا اضافہ کیا گیا۔ لہٰذا اس کلیہ سے فراغت حاصل کرنے والا طالب علم ایک متقن عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین قاری بھی ہوتا ہے۔ ابھی تک بیسیوں فضلا اندرون اور بیرون ملک خدمتِ قرآن میں مصروف ہیں۔ اور جامعہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ کلیۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ اب صرف ایک ہی کلیہ نہیں رہا بلکہ اس کے فضلاء اسی طرز پر کئی ایک کلیات قائم کرچکے ہیں۔ وﷲ التوفيق

اسی طرح ۱۹۹۷ء میں کلية القرآن نے ایک تحریک، 'تحریک تحفظ القرآن والحدیث' کا بھی آغاز کیا جس کا مقصد عوامی سطح پر قراءات کی ترویج کرنا اور قراءات پر ہونے والے اعتراضات کا علمی طور پر جائزہ لینا ہے، جو کہ الحمدللہ اپنے مقاصد کی طرف کامیابی سے بڑھ رہی ہے۔ تحریک تحفظ القرآن والحدیث کے پلیٹ فارم سے ملک کے طول وعرض میں بیسیوں محافل قراءات کا انعقاد ہوچکا ہے اور علمی طور پر مختلف جرائد و رسائل میں قراءات وعلوم قرآن کے موضوعات پر مضامین مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جمع صوتی کے سلسلہ میں عالم اسلام میں پہلی مرتبہ قاری محمد ابراہیم میر محمدی صاحب ﷿ کے شاگردِ رشید قاری حمزہ مدنی ﷿ کی آواز میں اُستاذ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری صاحب ﷿ کی زیرنگرانی، قراءاتِ عشرہ میں مکمل قرآن کریم، کویت کے عالمی ادارے

حامل المسك سے نشر ہو رہا ہے۔ یہ كلية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية کا اعزاز ہے۔ موصوف عرصہ ۱۰ سال سے کویت میں قراءاتِ عشرہ میں تراویح پڑھا رہے ہیں اور ریکارڈنگ کا یہ کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

اس سلسلہ میں كلية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية کے ساتھ ساتھ تسجيلات کا عالمی ادارہ 'دارالسلام' بھی کام کررہا ہے جو ابھی تک استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی صاحب کی آواز میں ایک مصحف معلم نشر کرچکا ہے جب کہ دارالسلام نے محترم قاری صاحب کی آواز میں مکمل قرآن کریم مغربی لہجہ (یعنی روایت ورش) میں بھی ریکارڈنگ مکمل کر لی ہے۔ باقی رہا جمع کتابی کا مسئلہ تو اس بارے میں کویت کے بعض عالمی ادارے كلية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية جامعة لاهور الاسلاميه اور لجنة مراجعة المصاحف، مصر کی زیر نگرانی عرصہ ڈیڑھ سال سے کام کررہے ہیں۔ اگر یہ کام ہوجائے تو یہ بھی خدمت قرآن کے سلسلہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ إن شاء الله

اللہ ہمیں قرآن کی خدمت کیلئے چن لے اور ان خدمات کو ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

☆ ...... ☆ ...... ☆

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ